سلسلہ
مواعظ حسنہ نمبر ۱

استغفار کے ثمرات

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴٦۸۱۱۲

استغفار کے ثمرات

۲ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد نماز مغرب مدینہ منورہ میں جبلِ اُحد کے دامن میں مُرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا دردانگیز اور ایمان افروز بیان ہوا جس میں بعض اکابر علماء بھی موجود تھے اور اشکبار تھے۔

لہٰذا ٹیپ سے نقل کر کے افادۂ ناظرین کے لئے پیش کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں آمین۔ اس رسالہ کو ابتداء تا انتہاء حضرت والا نے خود بھی ملاحظہ فرما لیا ہے۔

جامع و مرتب

یکے از خدام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث پاک آپ حضرات کو سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطاکار اور گنہگار بندوں کے لئے ایک عظیم نعمت اور عظیم تدبیر عطا فرمائی ہے کہ اگر تم سے کچھ خطائیں ہوتی رہتی ہیں اور یقیناً کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ تم سب کے سب کثیر الخطاء ہو جیسے کہ اس کی شرح ملا علی قاری نے فرمائی ہے کہ خَطَّاءٌ کے معنی ہیں کثیر الخطاء لیکن کثرتِ خطاء کا علاج کیا ہے ؟ کثرتِ خطاء کا علاج کثرتِ استغفار و توبہ ہے جیسا مرض ویسی دوا لہٰذا فرمایا کہ

کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ (مشکوٰۃ ص۲۰۴)

بہترین خطاءکار وہ ہیں جو کثیر التوبہ ہیں لیکن توبہ کی شرائط کیا ہیں اور توبہ کب قبول ہوتی ہے۔ اس کی تین شرطیں محدثین نے بیان کی ہیں۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ توبہ کی قبولیت کی تین شرطیں ہیں۔ (شرح مسلم شریف للامام النووی، ج ۲۔ ص۳۴۶)

۱: یہ کہ اَنْ یَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ اس گناہ سے الگ ہو جائے بعض لوگ بے پردہ عورتوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مولانا! ذرا دیکھئے کیا بے پردگی ہے! لاحول بھی پڑھ رہے ہیں اور دیکھتے بھی جارہے ہیں تو ایسا لاحول خود ان پر لاحول پڑھتا ہے۔ فان ھذا الاستغفار یحتاج الی الاستغفار ایسا استغفار دوسرے استغفار کا محتاج ہے اس لئے توبہ جب قبول ہوتی ہے کہ اس گناہ سے انسان علیحدہ ہو جائے۔

۲: اور دوسری شرط یہ ہے کہ اَنْ یَّنْدَمَ عَلَیْھَا اس گناہ پر ندامتِ قلب بھی ہو شرمندگی ہو۔ ندامت کی حقیقت تَاَلُّمُ الْقَلْبِ ہے کہ قلب میں الم پیدا ہو جائے جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں آپ حضرات جانتے ہیں کہ جب انہیں پتہ

چل گیا کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض ہیں تو قرآن پاک اعلان کرتا ہے
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ساری کائنات ان پر تنگ ہوگئی اور وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ اور وہ اپنی جانوں سے بیزار ہو گئے اور یہ محبت کے حقوق میں سے ہے، جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کی ناراضگی سے ایسا ہی اثر ہونا چاہیئے پس اگر گناہ ہو جائے تو اللہ کی ناراضگی اور غضب کے ساتھ کوئی چیز اچھی نہ لگے، بال بچے بھی اچھے نہ لگیں، کھانا پینا بھی اچھا نہ لگے، مکان بھی اچھا نہ لگے، ساری دُنیا اس کی نگاہوں میں تنگ پڑ جائے اور اپنی جان سے بیزار ہو جائے جب تک کہ دو رکعت صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اشکبار آنکھوں سے استغفار و توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے۔ حالتِ نافرمانی میں اور حالت اصرار علی الذنب میں دنیا کی نعمتوں کو برتنا شرافت عبدیت کے خلاف ہے۔ بدایوں کا ایک شاعر تھا جس کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ محبت کے حق پر ایک شاعر کا شعر اور ذوق پیش کرتا ہوں وہ ظالم کہتا ہے ؎

ہم نے فانیؔ ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

یعنی میری بیوی جو ذرا سی ناراض ہوگئی تو مجھے ساری کائنات کی نبض ڈوبتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ لو بھائی اپنی ہی نبض ڈوبتی ہوئی نہیں معلوم ہوئی بلکہ کہتا ہے کہ ساری دُنیا اندھیری نظر آرہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ محبت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ محبوب کی ناراضگی سے ایسا حال ہوجاوے اور یہ محبت تو مجازی اور چند دن کی ہے اور عارضی و فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق ہم پر کتنا ہے اس کو تو ہم بیان بھی نہیں کر سکتے۔ ہماری رگِ جان سے بھی وہ قریب تر ہیں۔ ہمارا وجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہوا۔ ہماری دنیا و آخرت کے سارے مسائل اللہ

تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ اگر ساری دُنیا ہماری تعریف کرے تو اس تعریف سے ہمارا کچھ بھلا نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ فرمادیں کہ میں تم سے راضی ہوگیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کا شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر بہت سے لوگ تمہاری تعریف کریں تو تم اپنی قیمت نہ لگا لینا کیونکہ غلاموں کے قیمت لگانے سے غلام کی قیمت نہیں بڑھتی، غلاموں کی قیمت مالک کی رضا سے بڑھتی ہے۔ لہٰذا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہاں ہماری خوب تعریفیں ہورہی ہیں لیکن وہاں ہماری قیمت کیا ہوگی یہ قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ اور ان کا دوسرا شعر بھی سُنائے دیتا ہوں کیونکہ عارضی حیات سے بعض وقت آدمی کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

کیونکہ جسے دُنیا کا عیش حاصل ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کے قلب میں بھی عیش ہو۔ مولانا جلال الدین ؒ رومی فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل
و اندروں قہر خُدائے عزّوجل

اگر کسی کافر بادشاہ کی قبر پر سنگِ مرمر لگا دیا جائے اور دنیا بھر کے سلاطین آکر وہاں پھولوں کی چادر چڑھا دیں اور بینڈ باجے بج جائیں اور فوج کی سلامی ہو لیکن ---

و اندروں قہر خُدائے عزّوجل

قبر کے اندر جو اللہ کا عذاب ہو رہا ہے اس کی تلافی قبر کے اوپر کے سنگِ مرمر نہیں کر سکتے اور اوپر کی روشنیاں اور بجلیاں اور دنیا والوں کے سلوٹ اور سلامی کچھ مفید نہیں ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا چاہے ایئرکنڈیشن میں بیٹھے ہوں بیوی بچے بھی ہوں اور خوب خزانہ ہے ہر وقت ریالوں کی گنتی ہو رہی ہے اور بینک میں بھی کافی پیسہ جمع ہے لیکن یہ ظاہر کا آرام ہے۔ یہ جسم ایک قبر ہے جسم کے اُوپر کا ٹھاٹ باٹ دل کے ٹھاٹ باٹ کے لئے ضروری نہیں، ایئرکنڈیشن ہماری کھالوں کو تو ٹھنڈا کر سکتے ہیں مگر دل کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں تو جسم لاکھ آرام میں ہو لیکن دل عذاب میں مبتلا رہے گا اور چین نہیں پا سکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہوگیا

اگر دل میں بہار ہے تو باہر بھی بہار ہے اور اگر دل ویران ہے سارا عالم ویران ہے۔ مولانا جلال الدین رُومیؒ فرماتے ہیں ؎

آں یکے در کنجِ مسجد مست و شاد

ایک شخص مسجد کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر مست ہے۔ محبت سے اخلاص سے اللہ کا نام لے رہا ہے۔ اللہ کہنے میں اس کو اتنا مزہ آتا ہے کہ گویا ساری کائنات کی لذت کا کیپسول اس کے دل میں داخل ہوگیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نام او چوں بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

فرماتے ہیں جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں جب میری زبان سے اللہ نکلتا ہے تو میرے بال بال شہد کا دریا ہو جاتے ہیں اور اس کی دلیل دیوانِ شمس تبریز

ییں دیتے ہیں۔ دیوانِ شمس تبریز کے نام سے جو دیوان لکھا ہے وہ مولانا رومیؒ ہی کا کلام ہے لیکن اپنے شیخ کی طرف منسوب کر دیا۔ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ گنّوں میں رَس نہ پیدا کریں تو سارے گنّے مچھر دانی کے ڈنڈوں کے بھاؤ بِک جائیں کوئی انہیں پوچھے گا بھی نہیں۔ اور فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

یہ چاند زیادہ حَسین ہے یا جس نے چاند میں حُسن پیدا فرمایا ہے وہ زیادہ حَسین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت جب اللہ والوں کو مل گئی تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر سے سلاطینِ مغلیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے سلاطینِ مغلیہ! دیکھو ولی اللہ سینہ میں ایک دل رکھتا ہے اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ جواہرات ہیں۔ بڑے بکس میں ایک چھوٹا صندوقچہ ہوتا ہے اور چھوٹے صندوقچہ کی قیمت سے اس بڑے بکس کی قیمت لگتی ہے اگر بڑے بکس میں رُوئی اور گدڑی اور بچوں کے پیشاب پاخانہ کے کپڑے بھرے ہوئے ہیں تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی حفاظت بھی نہیں کی جاتی لیکن اگر کسی بڑے بکس میں ایک چھوٹا صندوقچہ ہے جس میں ایک کروڑ کا کوئی موتی رکھا ہوا ہے تو وہاں سنتری اور پہرے دار بھی ہوتا ہے چھوٹے صندوقچہ کی وجہ سے بڑے بکس کی بھی حفاظت کی جاتی ہے۔ لہٰذا ہمارے قلب میں اگر اللہ تعالیٰ کی محبت، ایمان اور تقویٰ جیسی نعمتیں حاصل ہیں تو ہمارے ظاہر کی بھی حفاظت کی جائے گی۔

آج ہم کو اشکال ہوتا ہے کہ ہم اسرائیل سے کیوں پٹ گئے۔ ہندوستان میں ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے، دُنیا بھر میں مسلمان کیوں ذلیل ہو رہے ہیں تو

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف بڑے بکس ہیں اور پہلے سے بہت شاندار ہیں۔ صحابہؓ کے ظاہر سے ہمارا ظاہر کہیں زیادہ مزیّن ہے۔ لیکن ان کے باطن میں جو قیمتی موتی تھا آج ہمارے قلوب اس سے خالی ہیں اور آج اسی کی ہمیں ضرورت ہے اور وہ کیا ہے ؟ تعلق مع اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، خشیت اور تقویٰ ہے۔ اسی کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا تھا ؎

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

اے سلاطینِ مُغلیہ ! ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے کچھ موتی اور جواہرات ہیں۔ آسمان کے نیچے اگر مجھ سے زیادہ کوئی امیر ہو تو سامنے آئے۔ یہ ہیں اللہ والے کہ جب اللہ کی محبت عطا ہو جاتی ہے تو سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بیک جو مملکت کاؤس وکے را

جب حافظ شیرازی اللہ کے نام سے مست ہوتا ہے اور عرشِ اعظم سے بوئے قرب آتی ہے ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

جب محبوبِ حقیقی کی خوشبو عرشِ اعظم سے زمین پر آتی ہے تو اولیاء اللہ اور ان کے غلاموں کو کیا ہوتا ہے اس وقت ان کا یہ حال ہوتا ہے۔

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جتنی زبانیں ہیں عربی، فارسی، ترکی، انگریزی اللہ تعالیٰ کی محبتِ غیر محدود کی لذت کو یہ زبان مخلوق اور محدود اس کی تعبیر کرنے سے قاصر ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد

بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتا ہے تو کاؤس وکے کی سلطنتوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور ایران کی سلطنتوں کو ایک جَو کے عوض میں خریدنے کے لئے تیار نہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہِ سنجر نے لکھا تھا کہ میں آپ کی خانقاہ پر ملک نیمروز وقف کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اس کو لکھ بھیجا ؎

چوں چترِ سنجری رُخ بختم سیاہ باد

گر در دلم بود ہوسِ ملکِ سنجرم

مثل شاہِ سنجر کی چھتری کے میرا نصیبہ بھی سیاہ ہو جائے اگر تیری سلطنت کی ہوس و لالچ مجھے ہو۔ اور فرماتے ہیں ؎

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب

جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت مل گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تہجد کا سجدہ نصیب ہو گیا ہے جیسا کہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایک سجدہ کی لذت اگر مل جائے تو مثل ابراہیم بن ادہمؒ کے تم بھی سلطنت کو چھوڑ دو گے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں اللہ تعالیٰ نے ی لگوا دیا کہ چلتے پھرتے تو سبحان اللہ کہو لیکن سجدہ میں چونکہ انتہائی قرب ہے اور علیٰ قدمی الرحمٰن تمہارا سر ہے لہٰذا اب اپنا رشتہ ظاہر کرو کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں کہو کہ آپ میرے ربّا ہیں۔ سبحان ربی الاعلیٰ پاک ہے میرا رب جو بہت اعلیٰ ہے۔ اسی کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں ؎

زانکہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملکِ نیمروز بیک جو نمی خرم

یعنی جب سے مجھے آدھی رات کی سلطنت کی خبر ملی ہے تو تمہاری سلطنت کو میں ایک جَو کے عوض خریدنے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا اور جب تلاوت کرتا ہوں تو اتنا مزہ خدا مجھے دیتا ہے کہ تمہیں اگر وہ مزہ مل جائے تو کپڑے پھاڑ کر جنگل میں بھاگ جاؤ۔ اور فرمایا کہ جنت میں جب میرے پاس حُوریں آئیں گی تو میں ان سے کہوں گا کہ بی! اگر قرآن سُننا ہو تو بیٹھو ورنہ اپنا راستہ لو۔

دیکھو ہم لوگ کیا سوچ رہے ہیں اور اہل اللہ کیا سوچتے ہیں ہماری سوچ میں اور ان کی سوچ میں کتنا فرق ہے یہ عاشقِ ذاتِ حق ہیں۔ ایک سرکاری تنخواہ دار مولوی جو ریاست رام پور سے تنخواہ لیا کرتے تھے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ بخاری کا درس دے رہے تھے، درمیان میں ذرا سا موقع ملا تو جلدی سے بول پڑے کہ حضرت نواب رام پور نے کہا ہے کہ اگر آپ ریاست میں آئیں تو میں آپ کو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کروں گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو بہت رنج ہوا۔ فرمایا کہ ارے مولوی صاحب لاکھ روپے پر ڈالو خاک۔ میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کو سُنو۔ پھر شاہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

جو دل پر ہم اُس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بِہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

یعنی ہم اپنے قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جو بارش دیکھتے ہیں تو ہمارا قلب نوابوں کی ریاست اور لاکھوں روپیوں سے بے نیاز ہے کیونکہ فیل بان جس سے دوستی کرتا ہے تو مع ہاتھی کے آتا ہے اس لئے اس کا دروازہ بھی بڑا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو اپنا نور خاص تجلی خاص قرب خاص عطا کرتے ہیں اس کے دل کو بہت بڑا بنا دیتے ہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ظاہرش را پشۂ آرد بہ چرخ
باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

کسی ولی اللہ کا ظاہر تو اتنا کمزور ہو سکتا ہے کہ اگر مچھر کاٹ لے تو ناچنے لگے لیکن اس کا باطن ساتوں آسمان کی گردش کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔
ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا۔ فرماتے ہیں ؎

جب کبھی وہ ادھر سے گذرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں

اور اسی کو جگر مراد آبادی نے یوں تعبیر کیا ہے ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشتِ خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں دوستو! کہ اللہ تعالیٰ کے نام میں لذت اور مٹھاس اس قدر ہے کہ زبان اس کی تعبیر سے قاصر ہے۔ تھانہ بھون میں ایک بزرگ تھے سائیں توکل شاہ۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے کہتے تھے کہ حضرت جی! مجھے اللہ کے نام میں اتنا مزہ آوے ہے کہ میرا منہ میٹھا ہو جاوے ہے (یہ تھانہ بھون کی زبان ہے) پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم میرا منہ میٹھا ہو جاوے

ہے۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حلاوتِ ایمانی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ حلاوتِ ایمانی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو ان اعمال کو اختیار کرتا ہے جن پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے۔ مثلاً اہل اللہ سے محبت رکھنا، بدنظری سے اپنی حفاظت کرنا وغیرہ یعنی جن اعمال پر حلاوت ایمانی کے وعدے وارد ہیں ان سب کے قلب کو اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی عطا فرماتے ہیں لیکن بعض لوگوں کو حلاوت حسیہ بھی عطا کر دیتے ہیں یعنی ان کے منہ میں بھی مٹھاس محسوس ہو جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہیں عطا فرماویں لیکن قلب تو ہر ایک کا اس حلاوت کو پا ہی جاتا ہے، قلب کے اندر ایک سکون فوراً ہر ایک کو مل جاتا ہے۔

تو میرے دوستو اور عزیزو! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ظاہر کے عیش کی جتنی فکر ہے اس سے زیادہ ہمیں اپنے قلب کو باخدا بنانے کی فکر ہونی چاہیئے اگر چین سے رہنا ہے ورنہ ایئر کنڈیشن میں افکار و پریشانی اور مصیبتوں سے دل گرم رہے گا۔ ہزاروں لاکھوں ریالوں میں قلب افکار کے لاتوں اور گھونسوں سے غمزدہ، مشوش اور پریشان رہے گا اس لئے کہ ظاہر کا عیش باطن کے عیش کے لئے ضروری نہیں۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رُومیؒ فرماتے ہیں ؎

آں یکے در کنج مسجد مست و شاد
واں یکے در باغ ترش و نامراد

ایک شخص مسجد میں چٹائی پر مست ہے اور ایک باغ میں ہے چاروں طرف پھول ہیں لیکن غموں کے کانٹوں سے غمگین و نامراد ہے۔ یہ پھولوں میں رو رہا ہے اور وہ کانٹوں میں ہنس رہا ہے۔ اب کوئی کہے کہ یہ تو اجتماع ضدین ہے۔ غم

میں اللہ تعالیٰ کیسے خوش کر دیتا ہے ؟ تو میں کہتا ہوں کہ کیوں صاحب! یہ واٹر پروف گھڑیاں جو سوئٹزر لینڈ بنا رہا ہے چاروں طرف پانی ہے مگر پانی اثر کیوں نہیں کر رہا. یہ کیوں واٹر پروف ہے اللہ اپنے عاشقوں کے قلب کو بھی غم پروف کر دیتا ہے جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نظر عنایت ہوتی ہے ہزاروں غم میں بھی وہ خوش اور بے غم رہتا ہے وہ غم اس کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہوتے ہیں اس کی ایمانی ترقیات کے لئے ہوتے ہیں مگر اس وقت بھی وہ اندر اندر مست اور خوش رہتا ہے چاہے وہ رو بھی رہا ہو آنکھیں اشکبار ہوں غم سے مثلاً اپنے بچوں کی بیماری سے یا اپنی بیماری سے مگر اس کے قلب میں پریشانی نہیں گھستی. اور اس کی دلیل کیا ہے ؟ اس کی دلیل شامی کباب ہے، مرچ والا شامی کباب ایک شخص کھا رہا ہے آنسو بہہ رہے ہیں. ذرا اس سے کوئی کہہ تو دے کہ میاں آپ کچھ مصیبت میں معلوم ہو رہے ہیں یہ شامی کباب چھوڑ دیجئے آپ بلاوجہ رو رہے ہیں آپ نہ کھائیے مجھے دے دیجئے تو وہ کیا کہے گا کہ دل اندر اندر لذت لے رہا ہے میں اندر لذت درآمد کر رہا ہوں یہ مزے داری کے آنسو ہیں یہ غم کے آنسو نہیں ہیں. اسی طرح اگر اللہ کو راضی کر لیا جائے ہر نافرمانی چھوڑ دی جائے کیونکہ نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت دُور ہو جاتی ہے، ہر معصیت خدا سے دُور کرتی ہے معصیت کی خاصیت ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی اللہ سے دُور کرتا ہے اور نیکی کی خاصیت ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اللہ سے قریب کرتی ہے لہٰذا جتنے گناہ ہیں ان کو زہر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور صالحین کی صحبت میں رہا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو اللہ قلب کو غم پروف کر دیتا ہے ایسا شخص دنیا میں ہر وقت مست و شاد رہتا ہے جتنے بھی غم ہیں وہ دل کے باہر ہی باہر رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت جب کسی پر ہوتی ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ میں اس بندہ کو خوش رکھوں

تو دنیا کے حوادث اس کو غمگین نہیں کر سکتے۔

اب مولانا جلال الدین رومیؒ کا شعر سُنئے وہ فرماتے ہیں ؎

گر او خواہد عین غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

اگر اللہ تعالیٰ فیصلہ کرلے کہ میں اس بندہ کو خوش رکھوں تو غم کی عینیت مصطلح یعنی اصطلاحاً جو عینیت ہے یعنی غم کی ذات کو اللہ تعالیٰ خوشی بنا دیتا ہے۔ (یہ حضرت حکیم الامتؒ کی شرح ہے کلید مثنوی دفتر ششم میں) دنیا والے تو غم کو ہٹائیں گے اور خوشی کے اسباب لائیں گے، آگ کو ہٹائیں گے اور پانی لائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اجتماعِ ضدین پر قادر ہے وہ آگ کو پانی بنا دیتا ہے اور غم کی ذات کو خوشی بنا دیتا ہے اور پاؤں کی بیڑی اور قید کو آزادی بنا دیتا ہے۔

چنانچہ سیدنا یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں ڈالے گئے تو انہوں نے کیا فرمایا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ اے میرے رب یہ آپ کی راہ کا قید خانہ ہے آپ کی وجہ سے قید خانہ جا رہا ہوں اور جہاں آپ ہوں، جائے گلستاں جہاں ہو وہ قید خانہ قید خانہ نہیں رہتا وہ مجھے اَحَبّ ہے۔ اسی کو میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیارے ہیں اتنے محبوب ہیں کہ جن کی راہ کے قید خانے اَحَبّ ہوتے ہیں ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔

دوستو! اگر خدا کی راہ میں نظر کی حفاظت کرنے میں گناہ کے چھوڑنے میں ایک کانٹا بھی چُبھ جائے اور دل میں غم پیدا ہو جائے تو واللہ ساری دنیا کے پھول اگر اس کانٹے کو سلامی پیش کریں تو اللہ تعالیٰ کی راہ کے کانٹوں کی عظمت کا حق ساری دُنیا کے پھول اپنی سلامی سے ادا نہیں کر سکتے۔ خدا کی نافرمانی چھوڑنے میں جو دل کو غم آیا ہے ساری دنیا کی خوشیاں اگر اسے سلام کریں تو اس غم کی عظمت

کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا کانٹا ہے، خدا کے راستہ کا غم ہے اس کی قیمت کچھ نہ پوچھو، اس کی قیمت انبیاء اور اولیاء کی جانیں سمجھتی ہیں اس لئے وہ ہر حال میں مست و شاد رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل کو ہر وقت خوش رکھتا ہے پریشانی اور غم ان کے دل تک نہیں پہنچ سکتے باہر ہی باہر رہتے ہیں خوشی اور غم دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں اور کانٹوں کے ساتھ دل کیسے مسکرا سکتا ہے اس پر میرا ایک شعر ہے۔ ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسّم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

اگر کلیوں کو یہ نعمت مل سکتی ہے کہ وہ کانٹوں میں کھل جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص بندوں کے قلوب کو تسلیم و رضا کی برکت سے عین غم کی حالت میں خوش نہیں رکھ سکتا۔ میرا ایک اور شعر ہے ؎

اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

جس حالت میں اللہ رکھے بندہ کا کام ہے کہ راضی رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ تسلیم و رضا کی برکت سے وہ ہر حال میں خوش رہے گا۔ مجھے اپنا ایک شعر اور یاد آیا ؎

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

یہ تسلیم و رضا بہت بڑی چیز ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے پوچھا تھا کہ بتاؤ اخلاص سے اُونچا کیا مقام

ہے ؟ حضرت نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم ۔ فرمایا کہ تسلیم و رضا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا۔ اس تسلیم سے بہت بڑا انعام ملتا ہے ۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

اللہ تعالیٰ کا غم بڑا ہی لذیذ ہے ۔ میاں یہ انبیاء اور اولیاء کا حصہ ہے خدا تعالیٰ اپنے راستہ میں آدھی جان لیتا ہے لیکن سینکڑوں جان عطا کرتا ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
انچہ در وہمت نیاید آں دہد

اس لئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور معرفت عطا فرمادی وہ سب گناہ چھوڑ دیتے ہیں ۔ جگر مراد آبادی نے شراب چھوڑ دی ، داڑھی رکھ لی حالانکہ اتنا پیتا تھا کہ مشاعرہ میں لوگ اُٹھا کرلے جاتے تھے خود کہتا ہے کہ ؎

اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا
پینے کو تو بے حساب پی لی

لیکن جب اللہ کا خوف آیا توبہ کرلی ۔ حضرت حکیم الامت سے جا ملا ، دُعا کرائی کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ شراب چھوڑ دوں ، حج کر آؤں اور داڑھی رکھ لوں داڑھی ایک مشت پوری رکھ لی ، شراب چھوڑ دی ۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ شراب نہ پی تو مر جاؤ گے ۔ کہا کہ مر تو جاؤں گا لیکن اگر شراب پیتا رہا تو کب تک زندہ رہوں گا ۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ دو چار سال اور گاڑی چل جائے گی فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ جینے سے بہتر ہے کہ جگر اسی وقت شراب چھوڑنے سے مَر جائے کیونکہ اس وقت اللہ کی رحمت کے سائے میں جگر کی موت ہوگی اور اگر

پیتا ہوا مروں گا تو اللہ کے غضب کے ساتھ موت آئے گی اس سے بہتر ہے کہ میں ابھی مرجاؤں۔ پھر اللہ کی رحمت سے جگر صاحب خوب جئے اور خوب اچھی صحت بھی ہوگئی اور سنت کے مطابق داڑھی رکھنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے ایک شعر کہلا دیا تھا ؎

چلو دیکھ آئیں تماشہ جگر کا
سُنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

میرٹھ میں ایک بار یہ تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا ان کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اس ظالم کو خبر نہیں تھی کہ جگر آج داڑھی لئے ہوئے صحیح معنوں میں مسلمان بنا ہوا میرے تانگے میں بیٹھا ہوا ہے۔ جگر اس شعر کو سُن کر رونے لگے کہ اللہ آپ نے اپنی عطا سے پہلے ہی یہ شعر کہلوا دیا اور نافرمانی اور گناہ سے نجات عطا فرمائی۔

تو میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پاجامہ ٹخنہ سے اُوپر کرنا، ایک مشت داڑھی رکھنا، بدنظری کو چھوڑنا، غیبت چھوڑنا، اپنے کو سب سے حقیر سمجھنا یعنی تمام ظاہری و باطنی احکام کو بجا لانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اہل اللہ کی صحبتوں کا اہتمام ضروری ہے اہل اللہ کی صحبتوں سے یقین منتقل ہوتا ہے۔ صالحین کی صحبت کی اہمیت بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ ننانوے قتل کے مرتکب کو حکم ہُوا کہ جاؤ ایک قریۂ صالحہ ہے وہاں تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ جس زمین پر وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، سبحان اللہ الحمدللہ کہتے ہیں، اشکبار آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں اس زمین کو خدا یہ عزت دیتا ہے کہ اس بستی میں ننانوے قتل کرنے والے کی توبہ کی قبولیت کی قید لگ رہی ہے جب کہ اس قادر مطلق، غفار اور تواب کی طرف سے ہر زمین پر یہ مغفرت ممکن تھی لیکن

اپنی عنایات اور رحمتِ خاصہ کے ظہور و نزول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی سرزمین کو تجویز فرمایا۔ اس سے اللہ والوں کی عظمت اور قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری (ج ۶ ص۵۱۷) میں لکھا ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصْرَہ اور گناہوں والی بستی کا نام کَفْرَہ تھا اور وہ شخص صالحین کی اس بستی تک پہنچ بھی نہ سکا کہ راستہ میں موت آگئی فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا پس مرتے وقت اپنے سینہ کا رُخ اس بستی کی طرف کردیا اور اس ادا پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمادیا اور کیسے فضل فرمایا ؟

عذاب کے فرشتے کہہ رہے تھے کہ اسے ہم لے جائیں گے کیونکہ اس بستی تک نہیں پہنچا اور رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ تو اس طرف چل دیا تھا موت تو اس کے اختیار میں نہیں تھی لہٰذا اسے ہم لے جائیں گے۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرشتہ بھیجا اُس نے کہا کہ قِیْسُوْا بَیْنَھُمَا دونوں بستیوں کے فاصلوں کی پیمائش کرلو اور ادھر صالحین کی بستی کو حکم دیا کہ تَقَرَّبِیْ تُو تھوڑی سی قریب ہوجا کہ تجھ پر اہل تقرب رہتے ہیں اور گناہوں والی بستی کو فرمایا تَبَاعَدِیْ تُو دُور ہوجا کہ تجھ پر اہل تباعد رہتے ہیں، جو مجھ سے دُور ہیں اور اس کا نام محدثین نے فَضْلٌ فِیْ صُوْرَۃِ عَدْلٍ رکھا ہے (مرقاۃ ج ۵ ص۱۲۸) یہ فضل بصورتِ عدل ہے یعنی فرشتوں سے تو پیمائش کرارہے ہیں اور کام خود بنارہے ہیں۔ اس پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر یاد آیا ؎

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عِشق کا یُوں ہی نام ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظام تھا ورنہ وہ بستی دُور تھی ؎

عِشق کا یُوں ہی نام ہوتا ہے

ارے اگر تھوڑا سا ہم ان کا نام لے لیں اور ان کو استغفار کر کے راضی کرلیں تو مستغفرین بھی متقین کے درجہ میں ہو جائیں گے

إِنَّ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ نُزِّلُوْا بِمَنْزِلَةِ الْمُتَّقِيْنَ۔

استغفار کی جو حدیث میں نے شروع میں پڑھی تھی اب اس کا ترجمہ سُنئے:

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے استغفار کو لازم کرلیا۔ لزوم بمعنی کثرت کے ہے یعنی جو شخص کثرت سے استغفار کرتا ہے اس کی شرائط کے ساتھ جس کی دو شرطیں تو بیان ہو گئیں۔۔۔

۱: یہ کہ اس معصیت سے الگ ہو جائے اور

۲: یہ کہ اس گناہ پر قلب میں ندامت پیدا ہو جائے

اور تیسری شرط قبولیتِ توبہ کی محدثین نے یہ لکھی ہے کہ

أَنْ يَعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا أَنْ لَّا يَعُوْدَ إِلٰى مِثْلِهَا أَبَدًا (شرح مسلم للنووی ج۲ ص۳۵۴)

پکا عزم کرے کہ اے خدا اب آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا اگر شیطان کان میں کہے کہ تُو پھر یہ گناہ کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عزم علی التقویٰ قبولیتِ توبہ کے لئے کافی ہے اس عزم کو اللہ کے یہاں قبولیت حاصل ہے بشرطیکہ اس عزم کو توڑنے کا عزم نہ ہو۔ اگر شکستِ ارادہ کا ارادہ نہیں ہے تو یہ ارادہ اللہ کے یہاں قبول ہے بس توبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کہہ لیا جائے کہ اے اللہ میں نے آپ کے بھروسہ پر پکّا ارادہ کرلیا کہ اب کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اور اگر ٹوٹ جائے تو پھر معافی مانگ لیں۔ اللہ کو چھوڑ کر ہم کہاں جا سکتے ہیں؟

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے

ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تُو دبا لے
جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

آہ گناہ تو نہ چھوڑا اللہ کو چھوڑ دیا۔ ارے اللہ سے تعلق توڑ کر کہاں ٹھکانہ ہے۔ کیا کوئی دوسرا خدا ہے؟

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا

دوستو! گنہگاروں کا بھی اللہ وہی ہے اور نیکوں کا بھی وہی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر ہم کہاں جائیں گے اور کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے۔ توبہ واستغفار کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ شیطان ایسے وقت دل میں شرمندگی ڈالتا ہے، غلط حیا ڈالتا ہے، کہتا ہے تم کس منہ سے توبہ کرتے ہو تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔ روزانہ پھر وہی حرکت کرتے ہو جس سے توبہ کرتے ہو یہ شرم شرم نہیں ہے۔ حقیقتِ حیا کیا ہے محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ج ۱ ص ۸۰) میں لکھتے ہیں۔

فان حقيقة الحياء ان مولاك لا يراك حيث نهاك

تیرا مولیٰ تجھے اپنی منع کی ہوئی حالت میں نہ پائے اپنی نافرمانی کی حالت میں خدا ہمیں دن رات دیکھ رہا ہے اور ہم بڑے حیادار بنتے ہیں توبہ کرتے ہوئے حیا آتی ہے اور گناہ کرتے ہوئے حیا نہیں آتی یہ کتنا بڑا شیطانی دھوکہ ہے حالانکہ اصلی حیا یہ ہے کہ آدمی نافرمانی سے رُک جائے گناہ کرتے ہوئے شرم آئے۔

بعض لوگ غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اگر اس شعر پر عمل کرتے تو آج اہلِ ایمان کعبہ سے محروم ہو جاتے لہٰذا یہ شعر واجب الاصلاح تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب جو شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ اختر میاں! میں نے اس شعر کی اصلاح کر دی ورنہ غالب کا یہ شعر اللہ کی رحمت سے نااُمید کر کے کعبہ سے محروم کر دیتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سُنا دیجئے کیا اصلاح فرمائی۔ فرمایا کہ یہ اصلاح کر دی ہے کہ ؎

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

اللہ اللہ! دیکھو اللہ والوں کے شعر میں اور دنیا داروں کے شعر میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ اگر مچھلی کو دس مرتبہ شکار کر لو لیکن اس کے کان میں کہو کہ کیا پانی میں جائے گی یا حیا کرے گی تو وہ کیا کہے گی ؎

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست
ماہیاں را با یبوست جنگہاست

اے شکاریو! اگرچہ تم نے خشکی میں ہزاروں رنگینیاں پیدا کر دی ہیں مرنڈا بھی ہے، شامی کباب بھی ہے، بریانی بھی ہے لیکن یہ سب ہمارے لئے موت ہے ؎

گرچہ درخشکی ہزاراں رنگہاست
ماہیاں را با یبوست جنگہاست

یہ یبوست ہمارے لئے مفید نہیں۔ ہمیں پانی میں ڈال دو وہاں کے طوفان بھی ہمارے لئے مفید ہیں۔ مومن کے لئے اللہ کی رضامندی کے ساتھ سب کچھ خیر ہے، برکت ہے جس حالت میں بھی خدا رکھے، اور اگر اللہ ناراض ہے تو لاکھوں اسباب عیش میں اس کی رُوح مثل ماہی بے آب کے بے چین رہے گی۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جو شخص کثرت سے استغفار کرتا رہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا رہتا ہے، گناہ سے جو تعلق ٹوٹ گیا رو کر گڑگڑا کر الحاح کر کے اشکبار آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق بندگی کا جوڑتا رہتا ہے، اس کو کیا انعامات ملتے ہیں اس کا بیان آگے آرہا ہے لیکن دوستو! پہلے ان آنسوؤں کی قیمت سنو۔ مشکوٰۃ کی روایت ہے

مَامِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (مشکوٰۃ ص۴۵۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مومن بندہ کی آنکھوں سے آنسو ندامت کے اور اللہ کے خوف سے نکل آئیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو اس چہرہ پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں، میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ہمیشہ اپنے آنسو چہرے پر مل لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کو دیکھا کہ ہمیشہ آنسوؤں کو اسی طرح چہرے پر مل لیتے تھے پھر میں نے ایک صحابیؓ کی روایت دیکھی کہ میں یہ آنسو چہرہ پر اس لئے ملتا ہوں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ یہ آنسو جہاں لگ جاتے ہیں دوزخ کی آگ حرام ہوجاتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر ایک علمی اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر چہرہ پر آنسو ئل لئے تو چہرہ تو جنت میں چلا گیا لیکن باقی جسم کا کیا ہوگا؟

پھر حضرت نے اس کو سمجھانے کے لئے ایک واقعہ بیان کیا کہ بادشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کسی ریاست کا ایک راجہ تھا وہ مرگیا اس کے لڑکے کے جو چچا وغیرہ تھے وہ اس کی ریاست پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور اس کو محروم کرنا چاہتے تھے وزیروں نے اس کے باپ کا نمک کھایا تھا اس کو سکھلایا کہ بیٹا دہلی چلو، ہم عالمگیر سے سفارش کردیں گے تم بچّہ ہو بادشاہ رحم کر دے گا اور تمہیں تمہارے باپ کی گدّی دے دے گا اور دو وزیر اس کو راستہ بھر پڑھاتے رہے کہ بادشاہ یہ پوچھے تو یہ کہنا اور یہ پوچھے تو یہ کہنا۔ پھر جب دہلی کا قلعہ قریب آیا تو لڑکے نے کہا کہ آپ لوگوں نے جو پڑھایا ہے اگر بادشاہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا سوال کرلیا تو کیا جواب دوں گا۔ تب دونوں وزیر ہنسے اور کہا کہ یہ لڑکا بہت چالاک ہے یہ خود ہی جواب دے لے گا۔ اس کی رہبری کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ حوض پر نہار ہے تھے کہ یہ لڑکا پہنچا اور اس نے سلام کیا اور کہا کہ حضور! میں کچھ درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست سُن کر عالمگیرؒ نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑا اور کہا کہ میں تجھ کو اس پانی میں ڈبو دوں۔ لڑکا زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔ تب عالمگیرؒ نے کہا کہ ایسے پاگل کو کیا ریاست ملے گی۔ تجھ کو تو کہنا چاہئے تھا کہ ہمیں نہ ڈبوئیے لیکن تو موقعِ خوف پر ہنس رہا ہے یہ تو پاگلوں کا کام ہے تو کیا ریاست سنبھالے گا۔ اس نے کہا کہ حضور پہلے آپ مجھ سے سوال تو کرلیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں۔ پھر جو آپ کا فیصلہ ہو وہ کریں فرمایا کہ اچھا بتاؤ کیوں ہنسے؟ اس نے کہا کہ حضور آپ بادشاہ ہیں بادشاہوں کا اقبال بہت بڑا ہوتا ہے اگر میری اُنگلی

آپ کے ہاتھ میں ہوتی تو میں نہیں ڈوب سکتا تھا، نہ یہ کہ میرے دونوں بازو آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت نے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ ایک کافر کا بچہ ایک دنیوی بادشاہ کے کرم پر اتنا اعتماد رکھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے کرم کو کیا قیاس کرتے ہو کہ وہ جس کا چہرہ جنت میں داخل کر دیں تو کیا اس کا جسم دوزخ میں پھینک دیں گے؟ اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ کریم کی تعریف ملا علی قاریؒ نے یہ کی ہے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ جو بلا استحقاق عطا کر دے نالائقوں پر فضل کر دے وہ کریم ہے، ان کے کرم سے یہ بعید ہے کہ جس کا چہرہ جنت میں داخل کریں گے اس کے جسم کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۱۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا کہ آخری وقت میں یَا کَرِیْمُ یَا کَرِیْمُ فرماتے تھے۔

بس ہم سب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے بالکل بے کھٹک استغفار و توبہ کریں اور امید رکھیں اور جب آنسو نکل آئیں تو ان کو مل کر چہرہ پر پھیلا لیں اور اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل بنا لیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، یہ تیسرے صحابی ہیں فرماتے ہیں کُنْتُ ثَالِثَ الْاِسْلَامِ میں تیسرا مسلمان ہوں اور فرمایا اَنَا اَوَّلُ مَنْ رَمَی السَّھْمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ میں پہلا وہ مسلمان ہوں جس نے اللہ کے راستے میں کافروں کے مقابلہ میں پہلا تیر چلایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَ اَجِبْ دَعْوَتَہٗ اے اللہ سعد بن ابی وقاص کے تیر کا نشانہ صحیح کر دے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرما اور یہ بھی فرمایا اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹۶ اکمال فی اسماء الرجال)

یہ نعمت صرف دو صحابیوں کو حاصل ہے ایک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ایک ان کو۔ محدثین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کے علاوہ کسی کے لئے یہ جملہ نہیں فرمایا اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں احد العشرہ بھی ہیں اور آخر العشرہ بھی ہیں یعنی ان کے انتقال کے بعد تمام عشرہ مبشرہ ختم ہو گیا، وہ روایت کرتے ہیں (ابن ماجہ ص۳۱۲، ابواب الزھد) اِبْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا روؤ (اللہ کی محبت یا خوف سے) اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنا لو۔ اور مشکوٰۃ (ص۴۱۳) کی ایک اور حدیث ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا مَا النَّجَاةُ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ زبان کو قابو میں رکھو یعنی مضر باتیں نہ نکالنے دو اور زبان پر اس طرح مالکانہ حق استعمال کرو جیسے غلام کو قابو میں رکھا جاتا ہے اور فرمایا وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ اور تمہارا گھر تمہارے لئے وسیع ہو جائے یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو اور اِدھر اُدھر پھرنے کی عادت نہ ڈالو بلکہ اپنے نیک کاموں میں مشغول رہو۔

ملا علی قاریؒ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں (مرقاۃ ج ۹ ص۱۵)

هٰذَا زَمَانُ السُّكُوْتِ وَمُلَازَمَةِ الْبُيُوْتِ وَالْقَنَاعَةِ بِالْقُوْتِ حَتّٰى يَمُوْتَ یہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور بقدرِ ضرورت معاش پر قناعت کا ہے یہاں تک کہ موت آجاوے اور آخر میں فرمایا وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ معلوم ہوا کہ نجات کا راستہ ہے اپنی خطاؤں پر رونا لیکن اگر رونا نہ آئے تو کیونکہ رونا بندہ کا اختیاری فعل نہیں اس لئے اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے اپنی امت کو ہدایت فرمادی کہ فَاِنْ لَّمْ

تَبَاكَوْا فَتَبَاكَوْا کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل ہی بنا لو کیونکہ رونے والوں کی شکل بنا لینا تو ہر شخص کے اختیار میں ہے ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

جب دُنیا کے کریموں کا یہ حال ہے کہ فقیروں کا بھیس بنانے والوں کو بھی محروم نہیں رکھتے اور یہ کرم ان کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اس کریم حقیقی کے خزانۂ کرم کی ایک ذرہ بھیک ہے تو پھر اس سرچشمۂ کرم حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا! اس کا تو ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ پس اگر آنسو نہ نکلیں تو رونے والوں کی شکل بنا کر پھر اس کریم کے فضل و کرم کا تماشہ دیکھیں۔

اب حدیث شریف کا ترجمہ مکمل کر کے بیان ختم کرتا ہوں۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجًا

جو شخص کثرت سے استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اس کو نجات دے دیں گے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تنگی میں پھنسا ہوا ہوں کیا کروں۔ اس کا علاج استغفار ہے وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا اور ھَمّ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیتا ہے اور ھَمّ کے معنی کیا ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں (مرقاۃ ج ۵ ص۲۱۷)

اَلْهَمُّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِيْ يُذِيْبُ الْاِنْسَانَ ھم وہ غم ہے جو انسان کو گھلا دے وَالْحُزْنُ لَيْسَ كَذٰلِكَ حُزن سے ھم زیادہ شدید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ استغفار کی برکت سے اس کو دفع فرما دیتے ہیں کیونکہ توبہ سے بندہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں اور دنیا میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب دوست کو غم میں نہیں دیکھ سکتا تو حق تعالیٰ شانہٗ جس

کو اپنا محبوب بنالیں وہ کیسے غم میں رہ سکتا ہے اور اس حدیث شریف کا آخری جملہ ہے وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور مستغفرین تائبین کو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث پاک میں گنہگاروں کے لئے بڑی تسلی ہے کہ متقین کو نعمتِ تقویٰ پر جو انعامات ملتے ہیں، رونے والوں کو، توبہ کرنے والوں کو، مستغفرین نادمین کو بھی استغفار و توبہ پر انہیں انعامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ فَنَزَّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِيْنَ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۳۵)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک اس آیت شریفہ سے مقتبس ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ (بحوالہ مرقاۃ ج ۵ ص ۱۳۵)

ان آیات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا (اور کیونکہ ایک شعبہ تقویٰ کا توکل ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاحِ مہمات) کے لئے کافی ہے۔

دوستو! رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ آپ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میری امت کے خطاکار بندے محروم رہ جائیں پس مستغفرین و تائبین کے لئے بھی ان ہی انعامات کا وعدہ فرمایا جو متقین کو عطا ہوں گے اور یہ کیا کم نعمت ہے کہ متقین کے درجہ کو پہنچ جائیں چاہے صفِ ثانی میں رہیں۔

حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامتؒ کو لکھا کہ

حضرت میرا حال بہت خراب ہے، نہ جانے قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔
حضرت نے تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ بہت اچھا حال ہوگا۔ اگر کاملین میں نہ اٹھائے گئے تو انشاء اللہ تائبین میں ضرور اُٹھائے جائیں گے اور یہ بھی بڑی نعمت ہے اور فرمایا کہ یہ ہمارے سلسلہ کی برکت ہے جو لوگ اللہ والوں سے جُڑے رہتے ہیں محروم نہیں رہتے۔

مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھُولوں کے دامن میں اپنا منہ چھپائے ہوئے ہیں ان کو باغبانِ گلستاں سے نہیں نکالتا لیکن جو خالص کانٹے ہیں اور پھُولوں سے اعراض کئے ہوئے ان سے مستغنی اور دُور ہیں ان کو جَڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا زبانِ حال سے رورہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا! میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں۔ اس کی یہ فریاد وگریہ وزاری قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر پھُول اُگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھپا لیا۔ پس اگر ہم کانٹے ہیں، نالائق ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں۔ اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اوّل تو ہم خلعتِ گل سے نواز دیئے جائیں گے یعنی اللہ والے ہوجائیں گے ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تائبین میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اُٹھائے جائیں گے، مثلِ خار کے محروم نہ رہیں گے۔

اِس مضمون کو احقر نے اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے، شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے ؎

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
چُھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اہل اللہ کی صحبت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا توفیقِ توبہ ہوجاتی ہے اور شقاوت سعادت سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ بخاری کی روایت ہے (ج ۲ ص ۹۴۸)

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَىٰ جَلِيْسُهُمْ

یعنی یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۱۳) میں حدیث شریف کے اس جملہ کی یہ تشریح کی ہے

اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ اِكْرَامًا لَهُمْ

اہل اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہوجاتا ہے ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کیلئے خاص ہوتی ہیں پس اہل اللہ کے جلیس و ہمنشین کو بھی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتے۔

بس اب دُعا کر لیجئے کہ جو کچھ عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہم لوگوں کو دل سے استغفار و توبہ کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنا صحیح اور قوی تعلق نصیب فرمائے اور اے اللہ! صدیقین کا جو

انتہائی مقام ہے جہاں ولایت ختم ہو جاتی ہے اے اللہ آپ کریم ہیں اور نااہلوں پر بھی فضل فرمانے والے ہیں اَنْتَ الْكَرِيْمُ اے اللہ اپنے کریم ہونے کی شان کے مطابق ہم سب کو اولیاء صدیقین کے آخری مقام ولایت جو انتہائے ولایت ہے جہاں پر ولایت ختم ہوتی ہے اے اللہ ہم سب کو وہاں تک پہنچا دیجئے اور اولیاء کے اخلاق ان کا ایمان اور ان کا یقین ہم سب کو نصیب فرما دیجئے۔ ہماری دُنیا و آخرت بنا دیجئے، ہماری اور ہمارے بچوں کی ہمارے گھر والوں کی اصلاح فرما دیجئے، تزکیۂ نفس فرما دیجئے۔ ہم سب کی دُنیا بھی سنوار دیجئے آخرت بھی بنا دیجئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝

توفیقِ توبہ

مرتبہ

مولانا محمد مظہر صاحب مجاز بیعت (خلیفہ) حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

توبہ کرو قبل اس کے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ، یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ

مِنْ فَضْلِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ بَشَّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ اما بعد

آج کل اس دورِ پُر فتن میں ہم لوگ روحانیات سے کٹ کر مادیات کی طرف دوڑ رہے ہیں جس کی بناء پر اعمالِ صالحہ سے غفلت اور گناہوں کی طرف رغبت بڑھتی جا رہی ہے لاکھوں افراد ایسے ہیں کہ جو اپنے دعویٰ میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں، فسق و فجور میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ گناہوں کے ترک کرنے اور توبہ و استغفار کا تصور بھی نہیں کرتے۔ اس کے بعد ان کے دل میں خیالات ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اب ہماری توبہ ہی کیا قبول ہوگی؟ حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وہ ایسا مالک ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے وہ ارحم الراحمین ہیں اس کی رحمت سے کبھی نا امید نہ ہوں، برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں، گناہ ہو جائے پھر فوراً توبہ کریں۔ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب یہ شعر پڑھا کرتے تھے

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

صغائر کی مغفرت تو اعمالِ صالحہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن کبائر کی مغفرت مشروط ہے توبہ کے ساتھ۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مغفرت کی خوش خبری سن کر گناہوں پر جرأت کرنا اس خیال سے کہ مرنے سے قبل توبہ کر لیں گے بہت بڑی حماقت، نادانی، بے وقوفی ہے کیونکہ آئندہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کب نزع کا عالم طاری ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ کا شعر ہے

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ، نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

حدیث مبارک (ترمذی ج ۲ ص ۷۲۔ ابواب صفۃ القیامۃ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ۔ عقلمندی کی سند دربارِ رسالت سے اس شخص کو عطا ہو رہی ہے جس نے اپنے نفس کا حکم نہیں مانا اور مابعد الموت کے لئے عمل کیا اور بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی امیدیں لگائے رکھے۔ جتنے بھی گناہ ہوں سب توبہ کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ ترمذی شریف ابواب الدعوات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰی مَا كَانَ فِیْكَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اٰتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِكُ بِیْ شَیْئًا لَاَ تَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً۔ (ج ۲ ص ۱۹۴)
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان بیشک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے اُمید لگائے رہے گا میں تجھ کو بخشوں گا تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں، اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں، اے انسان اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے زمین بھر جائے۔ (ترمذی، باب الدعوات ج ۲ ص ۱۹۴)۔ یہ حدیث مومن بندوں کیلئے اعلانِ عام ہے جو

شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے نشر کیا گیا ہے۔ انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں، احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے مواظبت اور پابندی میں فرق آجاتا ہے چھوٹے بڑے گناہ بندہ اپنی نادانی سے کر بیٹھتا ہے۔ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لئے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں مضبوط اُمید رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو۔ دل میں شرمندہ و پشیمان ہو کر ہائے مجھ ذلیل و حقیر سے مولائے کائنات خالق موجودات تبارک و تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہو گئی اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔ اس پر اللہ جل شانہٗ مغفرت فرمادیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لَا اُبَالِیْ یعنی بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں ہے نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔

اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ ۔ گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ان کو جسم بنایا جائے اور وہ زمین سے آسمان تک پہنچ جائیں اور ساری فضا (آسمان و زمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کر دوں گا اور اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشتا ہوں تیرے گناہ زمین کو بھر سکتے ہیں تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے۔ بلکہ اسکی مغفرت تو بے انتہا ہے آسمان و زمین کی وسعت اور ظرفیت اسکے سامنے ہیچ در ہیچ ہے البتہ کافر و مشرک کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطور شرط کے فرمایا ہے لَا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا اور قرآن شریف میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ بیشک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اسکے سوا دوسرے جتنے گناہ ہیں جس کیلئے وہ چاہیگا بخشدیگا۔ (سورۃ نساء پ۵) کافر و مشرک کی کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مومن بندہ سے جتنے بھی گناہ ہو جائیں اللہ کی رحمت اور مغفرت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ توبہ و استغفار میں لگا رہے اور مغفرت کی پختہ امید باندھے رہے۔